مقاصد شریعہ تابعین ومابعد ائمہ اربعہ کے عہد میں

Objectives of the Shariah in the period of Tabi'een and After them

Dr. Zaheer ul Deen Babar
Lecturer, Government Associate College, Kamoke, Gujranwala
Email: hafizzaheer901@gmail.com
Dr. Abdul Raouf Usmani
Visiting Lecturer, Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore
Email: qaziusmani33@gmail.com
Dr Muhammad Inamullah
Lecturer Islamic Studies Abbottabad,
University of Science & Technology, Abbottabad
Email: inam@aust.edu.pk

ABSTRACT

The kind of Ijtihad is being mostly used for the solution of complex and difficult issues in the contemporary age that is Ijtihad-e-Istislahi or Maqasid-E-Shari'ah refers to the goals and objectives that have been observed in Shariah orders. These goals can be partial Wisdoms, overall Interests or just Summary signs. And the aim of all these goals is to achieve the pleasure of God and the success of Daryn. Ilm-E-Maqasid-E-Shari'ah is not a new knowledge, its foundations like other Islamic studies are also found in the phase of Nabvi (S.A.W). In many orders issued in the Prophecy, we find examples of how the Maqasid-E-Shari'ah were kept for consideration. In the phase of Sahaba (R.A) the decisions made under Ijtihad Bil Rai indicate that the rules of Jalb-E-Manfait and Dafa-E-Haraj were also used to them. In the phase of Tabaeen and Aima arba the terms of Masalih-E-Mursalah, Ijtihad bil Masliha and Qayas-e- Mursal etc were used for Ilm-E-Maqasid-E-Shari'ah.

مقاصد شریعہ کا مفہوم

"مقاصد شریعت" کی اصطلاح دو الفاظ "مقاصد" اور "شریعت" سے مرکب ہے۔ مقاصد مقصد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں میانہ روی، عزم و ارادہ، استقامت طریق، عدل و توسط، سہولت و قرب اور کسر وغیرہ جبکہ شریعت کے معنی پانی کے منبع وچشمہ کے ہیں نیز لفظ شریعت دین، ملت، طریقہ، سنت اور منہاج کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ اصطلاحاً شریعت سے مراد ایک جامع اور مکمل نظام حیات ہے جس میں زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ جہاں تک "مقاصد شریعت" کے اصطلاحی مفہوم کا تعلق ہے تو علماء متقدمین کے ہاں اس سے متعلق کوئی جامع ومانع تعریف نہیں ملتی۔ جبکہ متاخرین کے ہاں مقاصد شریعت سے مراد وہ اہداف ہیں جو شرعی احکام میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ یہ

اہداف جُزوی حکمتیں بھی ہو سکتیں ہیں، کلی مصلحتیں یا محض اجمالی نشانیاں بھی۔ اور ان تمام اہداف کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور انسان کے لیے دنیاو آخرت کی فائدہ مندی ہے۔

تابعین عظام کا منہج اجتہاد

تابعین عظام نے صحابہ کرامؓ کا منہج اجتہاد و استنباط اختیار کیا۔ تابعین عظام نئے پیش آمدہ مسائل کو قرآن، سنت، اجماع، قیاس اور اقوال صحابہ کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرتے، بصورت دیگر مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجتہاد بالرائے کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کے درمیان دو طرح کے رجحانات ظاہر ہوئے۔ ایک رجحان یہ تھا کہ قرآن و حدیث کے نصوص پر غور کرنا، احکام کی علتوں کو تلاش کرنا اور نئے مسائل میں اجتہاد و رائے سے کام لینا۔ اس رجحان کے حامل لوگ "اہل الرائے" کے نام سے موسوم ہوئے، ان کا مرکز عراق تھا اور ان کے اجتہادات کی بنیاد قرآن و سنت، اجماع اور قیاس کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ واجتہادات پر تھی۔

دوسرا رجحان یہ تھا کہ نصوص کے ظاہری مفہوم پر اکتفاء کیا جاتا تھا۔ اس کی روح اور باطن میں اترنے کی کوشش نہ کی جاتی تھی۔ اس رجحان کے حامل لوگ "اہل الحدیث" کہلائے۔ ان کا مرکز حجاز تھا اور کے اجتہادات کی بنیاد قرآن و سنت کے علاوہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کے فتاویٰ و اجتہادات پر تھی۔ تابعین عظامؒ نے جب صحابہ کرامؓ سے علم دین حاصل کیا تو اپنے اپنے اُستاد کا منہج اور طرز فکر شاگرد کی طرف بھی منتقل ہوا اور جس کے نتیجے میں رایوں کا اختلاف ہوا۔ ان دونوں مکاتبِ فکر کے سامنے جب نئے نئے مسائل کی کثرت ہوئی تو ان کے حل کے لیے انہوں نے مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر نصوص کی روشنی میں رائے کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔ اور بعد میں یہ طریقہ استدلال کے لحاظ سے استحسان، استصلاح یا مصالح مرسلہ اور دیگر ناموں سے مشہور ہوا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے۔

"كان ابراہیم النخعیؒ یری احکام الشرع معقولة المعنی مشتملة علی مصالح۔"[1]

"حضرت ابراہیم نخعیؒ احکام شریعت کو معنی معقولی اور مصالح پر مشتمل گردانتے تھے۔"

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فقہاء اور قضاء کو اپنے فتاویٰ میں تغیر زمان و مکان اور تغیر احوال کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے:

"تحدث للناس اقضية بقدر ما احدثوا من الفجور۔"[2]

"لوگوں کے پیدا کردہ فجور کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تابعینؒ کے منہج اجتہاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

"واخذ عنهم التابعون کذلک کل واحد ماتیسر له فحفظ ماسمع من حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم و مذاهب الصحابة و عقلها، وجمع المختلف علی ماتیسرله ورجح بعض الاقوال علی بعض، فعند ذلک صار لکل عالم من العلماء التابعین مذهب علی حیاله۔"[3]

"تابعین عظامؒ نے صحابہ کرام سے ہر ایک چیز حاصل کی، پس انہوں نے صحابہ کرامؓ سے جو احادیث سنیں ان کو یاد کیا، صحابہ کرامؓ کے مذاہب اور ان کے عقل و فہم کو محفوظ کیا، مختلف احادیث کو آسان طریقے پر جمع کیا اور ان کے اقوال میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دی، پس علماء تابعین میں سے ہر عالم اپنی بصیرت کے مطابق ایک مذہب پر تھا۔"

علامہ نورالدین خادمی تابعینؒ کے منہج اجتہاد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عصر التابعین امتداد لعصر الصحابة و تواصل له، فقد عایش التابعون صحابة رسول الله صلی الله علیه وسلم وورثوا منهم مرویا تهم واقضیتهم وفتاواهم واجتهاداتهم ومسالک استنباطهم، وفهموا تعلیلاتهم المقاصدیة والمصلحیة۔"[4]

"تابعینؒ کا زمانہ صحابہ کرامؓ کے زمانے کا پھیلاؤ اور تسلسل ہی تھا، پس تابعین عظامؒ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ زندگی گزاری اور وہ ان کی مرویات، فیصلوں، فتاویٰ و اجتہادات اور مسالک استنباط کے وارث بنے، اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کی مقاصدی اور مصالحی تعلیلات کو سمجھا۔"

مقاصد و مصالح کی روشنی میں تابعین عظام کے اجتہادات

1) عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرامؓ کے اصرار اور اشیاء کی قلت کے باعث آپ ﷺ نے چیزوں کی قیمتیں مقرر نہیں کیں۔ جیسکہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

"جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله سعرلنا فقال بل ادعوا الله ثم جاءه رجلُ فقال یارسول الله سعر لنا فقال بل الله یرفع ویخفض وانی لارجو ان القی الله ولیست لاحد عندی مظلمة۔"[5]

"ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا مانگو، پھر ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ہی بلند کرتا ہے اور کم کرتا ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ ان کے دل میں بات ڈال دے اور میرے ہاں کسی کے لیے کوئی جبر نہیں۔"

لیکن تابعین کے زمانے میں جب اشیاء وافر ہوئیں، لوگوں میں تغیر احوال کے سبب تجار جب زائد نفع وصول کرنے لگے تو حضرت سعید بن مسیبؒ، ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ اور یحییٰ بن سعید انصاریؒ نے حفاظت مال کے مقصد کے پیش نظر فرد کی مصلحت پر عامۃ المسلمین کی مصلحت کو ترجیح دی اور تسعیر کو جائز قرار دیا۔"[6]

2) عہد نبوی ﷺ میں عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت تھی۔ لیکن تابعین کے زمانے میں جب لوگوں کے احوال میں تبدیلی آئی، فتنہ کا اندیشہ پیدا ہوا تو حضرت بلال بن عبد اللہ، نے حفاظت عرض کے پیش نظر عورتوں کو مساجد میں جانے سے سختی سے منع فرمایا۔ چنانچہ

حضرت بلال بن عبد اللہؒ اپنے والد عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتمنعوا النساء حظوظهن من المساجد اذا استأذنوكم فقال بلال: والله لنمنعهن، فقال له عبدالله: اقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول انت لنمنعهن۔"[7]

"آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی عورتوں کو قربت خداوندی کے حصول کے لیے مساجد سے مت روکو، جب وہ تم سے اجازت طلب کریں۔ جس پر حضرت بلالؓ نے کہا: اللہ کی قسم ہم ضرور منع کریں گے، پس حضرت عبد اللہؓ نے ان سے کہا: میں کہتا ہوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ہم انہیں روکیں گے۔"

3) عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں قریبی رشتہ داروں کی گواہی باہم ایک دوسرے کے حق میں قبول کی جاتی تھی۔ تاہم بعد کے ادوار میں جب لوگوں کے نفوس میں تبدیلی واقع ہوئی، ایمان میں ضعف پیدا ہوا تو عامۃ المسلمین کی مصلحت کے پیش نظر اسے تہمت قرار دیا گیا اور قرابت داروں کے گواہی باہم ایک دوسرے کے حق میں رَد کی گئی۔ چنانچہ امام زہریؒ سے مروی ہے:

"لم يكن يتهم سلف المسلمين الصالح في شهادة الوالد لولده، ولا الولد لوالده ولا الاخ لأخيه، ولا الزوج لامرأته ثم دخل الناس بعد ذلك فظهرت منهم امور حملت الولاة على اتهامهم، فتركت شهادة من يتهم اذا كانت من قرابةٍ۔"[8]

"سلف صالح کے ہاں باپ کی بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی باپ کے حق میں، بھائی کی بھائی کے حق میں اور مرد کی بیوی کے حق میں گواہی کو تہمت قرار نہیں دیا جاتا تھا، پھر بعد میں لوگوں کے اندر مختلف امور ظاہر ہوئے، قرابت دار کی گواہی کو تہمت خیال کیا جانے لگا، تو قرابت دار کی گواہی کو قرابت کی تہمت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔"

4) عہد نبوی ﷺ میں متوفی عنھا زوجھا کو حکم تھا کہ وہ دوران عدت سرمہ وغیرہ کا استعمال نہیں کر سکتی، تاہم عہد تابعین میں حضرت سالم بن عبد اللہؒ اور سلیمان بن یسارؒ نے آنکھ کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر اس کے استعمال کی اجازت دی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"سالم بن عبدالله و سليمان بن يسار انهما كان يقولان في المرأة يتوفى عنها زوجها أنها اذا خشيت على بصرها من رمدبها او شكوى أصابها أنها تكتحل وتتداوى بدواء أوبكحل واءن كان فيه طيبُ۔"[9]

"حضرت سالم بن عبد اللہؒ اور سلیمان بن یسارؒ دونوں متوفی عنھا زوجھا کے بارے میں فرماتے تھے کہ اگر اسے آشوب چشم یا کسی دوسری تکلیف سے آنکھ کے ضائع ہونا کا خوف ہو تو وہ سرمہ اور دوائی کو آنکھوں میں لگا سکتی ہے اگرچہ اس میں خوشبو ہی کیوں نہ ہو۔"

5) عہد صحابہ میں مطلقہ کو متاع معروف نہ دینے والے کی گواہی کو رَد نہیں کیا گیا لیکن عہد تابعین میں ہشام کے زمانے میں توبہ بن نمر قاضی مصر نے مصالح شریعت کے پیش نظر ایسے شخص کی گواہی کو رَد کیا۔ چنانچہ حضرت لیثؒ سے مروی ہے:

"ان رجلا وامراة اختصما عنده فطلقها: فقال توبة متعها۔ فقال لا افعل قال: فسكت عنه لأنه لم يره لازما له فأتاه الرجل الذى طلق امراته فى شهادة فقال له توبة: لست قابلا شهادتک۔"[10]

"ایک آدمی اور اس کی بیوی توبہ بن نمر کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے، آدمی نے اس کو طلاق دے دی، تو توبہ بن نمر نے کہا: تم اس عورت کو معروف طریقے پر مال ومتاع دو۔ تو اس آدمی نے اس سے انکار کیا، تو توبہ نے خاموشی اختیار کی کیونکہ وہ اِسے لازمی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر طلاق دینے والے آدمی کو کسی اور معاملے میں گواہی کے لیے لایا گیا تو توبہ نے کہا میں تمہاری گواہی قبول نہیں کروں گا۔"

6) اسی طرح قاضی شریحؒ نے حفاظت مال کے مقصد کے تحت کپڑے کی رنگ سازی کرنے والے کو ضامن قرار دیا۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے مروی ہے:

"قد ذهب الى تضمين القصار شريح فضمن قصاراً احترق بيته فقال تضمننى وقد احترق بيتى فقال شريح أرأيت لواحترق بيته كنت تترک له اجرک۔[11]

"قاضی شریحؒ نے قصار کو ضامن قرار دیا، پس انہوں نے ایک قصار کو ضامن ٹھہرایا جس کا گھر جل گیا تھا، پس قصار نے کہا: آپ نے مجھے ضامن قرار دیا جبکہ میرا گھر جل گیا تو قاضی شریحؒ نے کہا اگر اس کا گھر جَل جاتا تو کیا تو اپنی مزدوری اس کے لیے چھوڑ دیتا۔"

7) حضرت عروہ بن زبیرؒ نے عامۃ الناس کی مصلحت کے پیش نظر اور فساد کو ختم کرنے کے لیے محارب، قاطع الطریق اور جاسوس پر قدرت حاصل کرنے سے پہلے بھی ان کی توبہ کو رَد فرمایا اور ان پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت ہشام بن عروۃؒ سے مروی ہے:

"انهم سألوا عروة عمن تلصص فى الاسلام فأصاب حدوداً ثم جاء تائبا فقال لاتقبل توبته، لو قبل ذلک منهم اجترأوا عليه وكان فساداً كبيراً۔[12]

"لوگوں نے حضرت عروہؒ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو جاسوسی کرتا ہے اور وہ حد کی سزا کو پہنچتا ہے، پھر وہ توبہ کرکے آجاتا ہے، تو حضرت عروہؒ نے کہا ایسے شخص کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایسے لوگوں کی توبہ قبول کی جائے تو وہ اس پر جری ہو جائیں گے اور معاشرے میں فساد عظیم برپا ہو گا۔"

8) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر احادیث نبوی ﷺ کو باقاعدہ طور پر سرکاری سطح پر مدون کرنے کا حکم دیا، چنانچہ امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

"كتب عمر بن عبدالعزيز الى أبى بكر بن حزم انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه فاءنى خفت دروس العلم وذهاب العلماء۔"[13]

"حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو بکر بن حزم کو لکھ کر بھیجا کہ آپ جو بھی حدیث نبوی ﷺ دیکھیں اس کو لکھ لیں۔ مجھے علم کے اُٹھ جانے اور علماء کے چلے جانے کا خوف ہے۔"

9) اسی طرح آپؒ نے عامۃ المسلمین کی مصلحت کے پیش نظر شہد میں زکوٰۃ وعشر کو مطلقا معاف کیا۔ چنانچہ امام بخاریؒ بیان فرماتے ہیں:

"ولم ير عمر بن عبدالعزيز فى العسل شيئاً" [14]

"اور عمر بن عبد العزیزؒ شہد میں کسی چیز کو واجب خیال نہیں کرتے تھے۔"

ائمہ اربعہ کا منہج اجتہاد

ائمہ اربعہ کا منہج اجتہاد بھی وہی تھا جو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے اختیار کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کسی بھی مسئلہ کے استنباط میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے، پھر سنت رسول ﷺ اور اقوال صحابہؓ میں اسے تلاش کرتے۔ اور اگر مسئلہ کا حل نہ ملتا تو مقاصد شریعت کے پیش نظر اجتہاد بالرأی کے ذیلی مآخذ قیاس، استحسان بالمصلحہ اور تعامل الناس وغیرہ کو وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہوئے مسائل کا حل نکالتا۔ چنانچہ حضرت سہل بن مزاحمؒ امام ابو حنیفہؒ کا منہج اجتہاد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كلام ابى حنيفة أخذ بالثقة و فرار من القبح والنظر فى معاملات الناس وما استقاموا عليه وصلح عليه امورهم يمضى الامور على القياس فاذا قبح القياس يمضيه على الاستحسان مادام يمضى له فاذا لم يمض له رجع الى مايتعامل المسلمون به وكان يوصل الحديث المعروف الذى قد أجمع عليه ثم يقيس عليه مادام القياس سائغاً ثم يرجع الى الاستحسان ايهما كان اوثق رجع اليه۔"[15]

"امام ابو حنیفہؒ کے کلام کا ضابطہ یہ تھا کہ ثقہ و مستندبات کو لیتے، ضعیف بات سے دور رہتے، لوگوں کے معاملات میں غور و فکر کرتے، لوگوں کے معاملات کو مد نظر رکھتے، جن بنیادوں پر لوگوں کے کاموں کی اصلاح موقوف ہوتی ان کو ملحوظ رکھتے۔ معاملات کو قیاس پر پرکھتے، اگر قیاس لوگوں کے معاملات کو درست قرار نہ دیتا تو استحسان پر ان کو جانچتے، اگر

استحسان معاملات کو نمٹاتا تو ٹھیک، ورنہ تعامل الناس کی طرف رجوع کرتے، متفق علیہ و معروف حدیث کو بنیاد بناتے تھے۔ پھر جب تک اس پر قیاس درست ہوتا قیاس کرتے رہتے اور اگر قیاس درست نہ ہوتا تو استحسان کی طرف جاتے۔ قیاس و استحسان میں سے جو بھی زیادہ اوثق ہوتا اس کی طرف رجوع کرتے۔"

امام مالکؒ کا طریقہ اجتہاد اور منہج استنباط یہ تھا کہ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع فرماتے اور اگر اس مسئلہ کی کتاب اللہ میں کوئی صراحت نہیں ملتی تو پھر آپ سنت رسول ﷺ کی متوجہ ہوتے اور اگر اس میں بھی کوئی حکم شرعی نہیں ملتا تو پھر اقوال صحابہؓ، تعامل مدینہ و اجماع کی طرف رجوع کرتے۔ اور آخر میں اجتہاد بالرائے کے تحت قیاس، استصحاب، استحسان، سد ذرائع اور مصالح مرسلہ وغیرہ کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتے اور مقاصد شریعت کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرتے۔ ڈاکٹر محمد علی سایس لکھتے ہیں:

"بنى الامام مالكؒ مذهبه على أدلة عشرين: نص الكتاب، وظاهره وهو العموم، ودليله وهو مفهوم المخالفة ومفهومه وهو مفهوم موافقة، وتنبيهه وهو التنبيه على العلة ومن السنة أيضاًمثل هذه الخمسة فهذه عشرة، والحادى عشر الاجماع، والثانى عشر القياس، والثالث عشر عمل أهل المدينة والرابع عشر قول الصحابى والخامس عشر الاستحسان والسادس عشر الحكم بسد الذرائع والسابع عشر مراعاة الخلاف فقد كان يراعيه أحياناً والثامن عشر الاستصحاب والتاسع عشر المصالح المرسلة، وتمام العشرين شرع من قبلنا۔"[16]

"امام مالکؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد بیس اصولوں پر قائم کی ہے۔ نص الکتاب، ظاہر الکتاب یعنی عموم کتاب، دلیل الکتاب یعنی مفہوم مخالف، مفہوم الکتاب یعنی مفہوم موافق، تنبیہ الکتاب یعنی کتاب اللہ کا علت پر تنبیہ کرنا ہے۔ اور پانچ اصول انہی کے مماثل سنت رسول اللہ ﷺ سے لیں تو دس ہو جائیں گے، گیارھواں اجماع، بارھواں قیاس، تیرھواں تعامل مدینہ، چودھواں قول صحابی، پندرھواں استحسان، سولھواں سد الذرائع، سترھواں مراعات الخلاف، امام مالکؒ کبھی اختلاف کی رعایت کرتے ہیں۔ اٹھارواں استصحاب حال، انیسواں مصالح مرسلہ، اور بیسواں شرائع من قبلنا۔"

امام شافعیؒ کا منہج اجتہاد یہ تھا کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپؒ سب سے پہلے کتاب و سنت کی طرف مراجعت فرماتے اور اگر اس مسئلہ کی کتاب و سنت میں کوئی صراحت نہ ملتی تو پھر آپ اجماع کی طرف متوجہ ہوتے اور اگر اس میں بھی کوئی حکم شرعی نہیں ملتا تو پھر اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتے۔ اور آخر میں قیاس کے تحت قیاس القواعد کے ضمن میں مصالح مرسلہ کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہوئے مسائل کا حل تلاش کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ کے برعکس امام شافعیؒ نے اپنے اُصول اجتہاد خود مرتب و مدون کیے۔ چنانچہ اپنی کتاب "الرسالہ" میں ان فقہی اصولوں کو حلال و حرام کا معیار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ليس لاحدا ابدا ان يقول فى شيئ حل ولاحرام الا من جهة العلم وجهة العلم الخبر فى الكتاب أو السنة او الأجماع أو القياس۔"[17]

"کسی شخص کے لیے کبھی بھی یہ جائز نہیں کہ کسی شے کے بارے میں کہے کہ یہ حلال ہے یا حرام، سوائے علم کی بنیاد پر۔ اور علم کی بنیاد کتاب اللہ یا سنت کی خبر یا اجماع یا قیاس ہیں۔"

جبکہ "کتاب الام" میں ان فقہی اصولوں کی تفصیل اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

"والعلم طبقات شئى الاولىٰ الكتاب والسنة اذا ثبتت السنة ثم الثانية الاجماع فيما ليس فيه كتاب ولا سنة والثالثة ان يقول بعض اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ولا نعلم له مخالفاً منهم والرابعة اختلاف اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلک، الخامسة القياس على بعضِ الطبقات۔ "[18]

"علم کے مختلف طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ ہے۔ دوسرا کتاب و سنت کی عدم موجودگی کی صورت میں اجماع ہے۔ تیسرا صحابیؓ کا قول جس کا کوئی مخالف قول موجود نہ ہو۔ چوتھا صحابہؓ کے اختلافی اقوال، پانچواں ان میں سے کسی طبقہ پر قیاس کرنا۔"

امام احمد بن حنبلؒ کا منہج اجتہاد یہ تھا کہ آپؒ کسی بھی مسئلہ کا حل کتاب و سنت میں تلاش کرتے، نہ ملنے کی صورت میں فتاویٰ صحابہ کی طرف رجوع کرتے، پھر صحابہ کرامؓ کے اقوال میں سے جو قول کتاب و سنت کے قریب تر ہوتا اس کو لیتے، حدیث مرسل سے اخذ و استفادہ کرتے، اور آخر میں ضرورت کے تحت قیاس کی طرف رجوع کرتے۔19 آپؒ نے استصحاب، مصالح مرسلہ اور سد الذرائع کو بھی فقہی اصول کے طور پر استعمال کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی امام احمد بن حنبلؒ کا منہج استنباط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهو يأ خذ بالقرآن والسنة وفتوىٰ الصحابى والاجماع، والقياس والاستصحاب والمصالح المرسلة والذرائع۔20

"پس آپؒ قرآن، سنت، فتاویٰ صحابہ، اجماع، قیاس، استصحاب، مصالح مرسلہ اور سد الذرائع سے اخذ و استفادہ کرتے۔"

ذیل میں چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں کہ کس طرح ائمہ اربعہ نے اپنے اجتہادات میں مقاصد و مصالح شریعت کو ملحوظ خاطر رکھا۔

مقاصد و مصالح کی روشنی میں آئمہ اربعہ کے اجتہاد

1) امام ابو حنیفہؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر مجنون مفتی پر فتویٰ دینے، حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر جاہل طبیب کے لوگوں کا علاج کرنے اور حفاظت مال کے مقصد کے پیش نظر مکاری مفلس کو لوگوں سے معاہدہ کرنے سے روکنے کا فتویٰ دیا تاکہ لوگوں کو نقصان اور تکلیف سے بچایا جاسکے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

"جواز الحجر على البالغ العاقل الحرعند ابى حنيفة فى ثلاث: المفتى الماجن، والطبيب الجاهل والمكارى المفلس دفعا للضرر العام۔"21

"تین آزاد عاقل بالغ آدمی ایسے ہیں جن پر پابندی کو امام ابو حنیفہؒ نے جائز قرار دیا ہے، جاہل طبیب، مجنون مفتی اور مکاری مفلس پر تاکہ لوگوں کو ان کے ضرر سے بچایا جاسکے۔"

2) اسی طرح آپؒ نے مصالح العباد کے پیش نظر بنو ہاشم کے لیے صدقہ کو جائز قرار دیا۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"وروى أبو عصمة عن الامام أنه يجوز الدفع الى بنى باشم فى زمانه لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل اليهم لإهمال الناس امرالغنائم وايصالها الى مستحقيها۔22

"ابو عصمہ امام صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانے میں بنو ہاشم کو زکوۃ دینا جائز قرار دیتے تھے۔ کیونکہ ان کا حصہ خمس الخمس تھا، جو لوگوں کی غنائم میں لاپرواہی اور مستحقین تک نہ پہنچنے کی وجہ سے بنو ہاشم کو نہ ملتا تھا۔"

3) امام ابو حنیفہؒ نے فقراء کی منفعت و آسانی کے پیش نظر صدقہ فطر نقد کی صورت میں قیمتاً ادا کرنا جائز قرار دیا۔[23]

4) اسی طرح آپؒ نے استحسان بالضروۃ کے تحت کنویں یا حوض میں نجاست کے گرنے کی صورت میں محض پانی کی مخصوص مقدار نکالنے پر ہی اس کی پاکیزگی کا حکم دیا۔ حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ کنوئیں یا حوض کی دیواریں اس وقت تک پاک نہ ہوں جب تک انہیں دھو نہ لیا جائے، لیکن کنوئیں کی دیواروں کا دھونا لوگوں کے لیے ممکن نہیں، کیونکہ جب بھی وہ پانی ڈالیں گے ناپاک ہو جائے گا اور یہ سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔ لہٰذا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر کنوئیں یا حوض سے ناپاک پانی نکال دینا ہی کافی قرار دیا گیا۔ اسی طرح آپؒ نے استحسان بالضرورۃ کے تحت عقد اجارہ کو جائز قرار دیا۔[24]

5) امام ابو حنیفہؒ نے جنگی مصلحت کے تحت فتویٰ دیا کہ اگر مسلمان کسی وجہ سے مال غنیمت کو اپنے ساتھ نہ بچا سکیں تو وہ سامان اور بھیڑ بکریوں کو ذبح کرکے ان کا گوشت جلا دیں اسی طرح انکا مال و اسباب بھی جلا دیں تاکہ دشمن ان سے نفع نہ اٹھا سکے۔[25]

6) امام مالکؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر رمضان سے متصل شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا کہ کہیں لوگ اس کو فرض گردانتے ہوئے رمضان میں ہی شامل نہ کر دیں۔ چنانچہ مؤطا میں ہے

"وقال یحیی سمعت مالکا یقول، فی صیام ستته أیامِ بعد الفطر من رمضان: أنه لم یر احدا من أهل العلم والفقه یصومها ولم یبلغنی ذلک عن احدِ من السلف وان اهل العلم یکرهون ذلک ویخافون بدعة وأن یلحق برمضان مالیس منه۔"[26]

"یحیٰ کہتے ہیں میں نے امام مالکؒ کو رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کے بارے میں کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اہل علم وفقہ میں سے کسی کو بھی یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی مجھے سلف میں سے کسی کی طرف سے یہ پہنچا ہے۔ اور اہل علم یہ روزے رکھنا مکروہ سمجھتے تھے، اور اس بدعت سے ڈرتے تھے کہ رمضان کے ساتھ وہ چیز ملحق کی جائے جو رمضان میں شامل نہیں۔"

7) امام مالکؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر قتل وجراحت میں نابالغ بچوں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ بلوغ کی شرط جو گواہ میں عدالت کی من جملہ شرائط میں سے ہے پوری نہ ہوتی ہو۔ چنانچہ "التھذیب" میں ہے:

"قال مالک: وتجوز شهادة الصبیان بعضهم علی بعض فی القتل والجراح۔"[27]

"امام مالکؒ نے فرمایا: نابالغ بچوں کی گواہی قتل وجراحت کے معاملات میں ایک دوسرے کے حق میں جائز ہے۔"

8) امام مالکؒ نے مصالح العباد کے پیش نظر مفقود الخبر کی بیوی کے لیے چار سال چار ماہ دس دن کی عدت کے بعد نکاح کو جائز قرار دیا۔[28]

9) اسی طرح ایسی حیض والی عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے اور اس عورت کا طہر کسی وجہ سے لمبا ہو جائے تو آپؒ نے حفاظت نسل کے مقصد کے پیش نظر ایسی عورت کی عدت کو ایک سال ایک ماہ دس دن شمار کیا ہے تا کہ عورت کا رحم برأت حاصل کرے۔[29]

10) امام مالکؒ نے حفاظت مال کے پیش نظر ملزم کو قید کرنے اور امتحان میں ڈالنے کو جائز قرار دیا ہے۔[30]

11) اسی طرح آپؒ نے حفاظت مال کے پیش نظر ملاوٹ شدہ اشیاء مثلاً ملاوٹ شدہ زعفران کو جبری طور پر صدقہ کرنے 31 اور اجیر مشترک یعنی حمام میں کپڑوں کی حفاظت کرنے والے، کشتی والے اور کھانا ڈھونڈنے والے کو نقصان کی صورت میں ضامن قرار دیا ہے۔[32]

12) امام مالکؒ نے مسلمانوں کے عمومی مصالح کے پیش نظر ہنگامی حالات میں لوگوں سے مال لینے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً حالت جنگ میں مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے حاکم وقت کو اجازت دی کہ وہ خزانہ خالی ہونے کی صورت میں لوگوں سے اموال لے سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"قال مالک رحمه الله: يجب على الناس فداء أسراهم وإن استغرق ذلك اموالهم۔"[33]

"امام مالکؒ نے فرمایا: لوگوں پر ان کے قیدیوں کا فدیہ واجب ہے اگرچہ اس میں ان کے تمام اموال لگ جائیں۔"

13) امام شافعیؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر ہر مسلمان فرد کے لیے حسب استطاعت عربی سیکھنا فرض قرار دیا، کیونکہ قرآن و سنت اور ارکان اسلام عربی زبان میں ہیں لہٰذا ہر فرد کے لیے حسب استطاعت عربی سیکھنا لازم ہے تاکہ وہ اپنی عبادات کی محافظت کا فریضہ اچھی طرح سرانجام دے سکے۔[34]

14) امام شافعیؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر فتویٰ دیا کہ اگر مسلمان کسی علاقے میں کفار کے درمیان پھنس جائیں تو کفار سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ان کو مال دینا جائز ہے۔[35] اسی طرح اگر مسلمان اہل کتاب کا محاصرہ کرتے ہیں اور کفار اسلام کے سیاسی نظام کو مانے بغیر جزیہ دینے کے لیے راضی ہو جاتے ہیں تو امام شافعیؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر جزیہ کو جائز قرار دیا ہے اور قتال کو منع فرمایا ہے۔[36]

15) اگر دو یا کئی گواہوں کی وجہ سے کسی شخص پر قصاص جاری ہوا۔ بعد میں ان گواہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے عمداً جھوٹی گواہی دی تو امام شافعیؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر فتویٰ دیا کہ قتل ہونے والے شخص کے اولیاء کو بدلے میں ان گواہوں سے قصاص یا دیت لینے کا اختیار دیا جائے گا۔[37]

16) امام شافعیؒ نے ہر مباح ماکول و مشروب کو مالک کی اجازت کے بغیر حفاظت مال کے مقصد کے پیش نظر حرام قرار دیا۔[38]

17) امام شافعیؒ نے دفع ضرر اور جلب منفعت کے تحت حکم دیا کہ جنازے کے معاملات میں جلدی کی جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"ولا احب لاحد من اهل الجنازة الابطاء في شيئٍ من حالاتها من غسل او وقوف عندالقبر فان هذا مشقة على من يتبع الجنازة۔"[39]

"میں اہل جنازہ میں سے کسی کے لیے پسند نہیں کرتا کہ غسل یا وقوف عند القبر کے معاملات میں تاخیر کی جائے۔ پس بے شک اس میں جنازہ کی اتباع کرنے والوں کے لیے مشقت ہے۔"

18) اسی طرح آپؒ نے حاجت و تخفیف کی وجہ سے روزہ دار کے لیے جائز قرار دیا کہ شدید بھوک کی صورت میں وہ جماعت کی نماز ترک کر سکتا ہے بشرطیکہ کھانا سامنے موجود ہو۔[40]

19) آپؒ نے جنگی ضرورت کے تحت دشمنوں کے درخت کاٹنے اور ان جانوروں کو مارنے کی اجازت دی جن پر سوار ہو کر دشمن مسلمانوں سے لڑے۔[41]

20)امام احمد بن حنبلؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر یہ فتویٰ دیا کہ جو شخص رمضان میں روزے کی حالت میں شراب نوشی کرے تو اس پر دُگنی حد قائم کی جائے۔اسی طرح آپؒ نے مصلحت دینی کی خاطر یہ فتویٰ بھی دیا کہ اگر کوئی شخص صحابہ کرامؓ پر طعن زنی کرے تو حاکم وقت پر لازم ہے کہ اس کو سخت سے سخت سزا دے تاکہ وہ توبہ کرے۔[42]

21)امام احمد بن حنبلؒ نے فتویٰ دیا کہ حاکم وقت فسادیوں کو ایسی جگہ جلاوطن کر دے جہاں سے لوگ ان کے فتنہ وفساد سے دور رہیں اور لوگوں کا جان ومال محفوظ ہو۔[43]

22)اسی طرح آپؒ نے حفاظت دین کی مصلحت کے پیش نظر بدعتی کو موت تک قید کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"ونص علیه الامام احمد فی المبتدع الذی لم ینته عن بدعته أنه یُحبس حتی یموت۔"[44]

"اور نص وارد ہوئی ہے امام احمد بن حنبلؒ سے اس بات پر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت سے باز نہیں آتا تو اسے موت تک قید کیا جائے گا۔"

23)امام احمد بن حنبلؒ نے حفاظت مال کی مصلحت کے پیش نظر فتویٰ دیا کہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزوں کو مجبور کرے کہ جن اشیأ کی رسد انہوں نے بازار سے روک رکھی تھی، قلت اور ضرورت کے زمانہ میں وہ ان اشیاء کو اسی قیمت پر فروخت کریں جس پر انہوں نے وہ اشیاء خریدی تھیں۔[45]

24)آپؒ نے مصلحت مالی کی خاطر اجیر مشترک یعنی قصار، طباخ، خباز، حمال، جمال اور ملاح وغیرہ کو نقصان کی صورت میں ضامن قرار دیا۔[46]

25)امام احمد بن حنبلؒ نے فتویٰ دیا کہ باپ کو اپنی اولاد میں کسی کو کسی خاص مصلحت کے سبب اپنی جائیداد یا دولت میں سے کچھ حصہ ہبہ کرنے کی اجازت ہے، مثلاً وہ بیمار، محتاج، عیال دار یا طالب علم وغیرہ ہو۔[47]

الغرض تابعین عظام کے دور میں صحابہؓ سے دو طرح کے رجحانات نمایاں ہوئے۔ایک رجحان یہ تھا کہ قرآن و حدیث کے نصوص پر غور کرنا، احکام کی علتوں کو تلاش کرنا اور نئے مسائل میں اجتہاد ورائے سے کام لینا۔جبکہ دوسرے رجحان میں نصوص کے ظاہری مفہوم پر اکتفاء کیا جاتا تھا، ان کی روح اور باطن میں اُترنے کی کوشش نہ کی جاتی تھی۔پہلے رجحان کے حامل لوگ "اہل الرائے" کے نام سے موسوم ہوئے، جبکہ دوسرے رُجحان کے حامل لوگ "اہل الحدیث" کہلائے۔اس عہد میں ابتدائی چار مصادر کے علاوہ دیگر ثانوی مصادر شریعت کے استعمال کا آغاز ہوا۔ان دونوں مکاتب فکر کے سامنے جب نئے نئے مسائل کی کثرت ہوئی تو ان کے حل کے لیے انہوں نے مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر نصوص کی روشنی میں رائے کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔اور یہ طریقہ استدلال کے لحاظ سے استحسان، استصلاح یا مصالح مرسلہ اور

دیگر ناموں سے مشہور ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ نے استحسان بالمصلحۃ، امام مالکؒ نے مصالح مرسلہ، امام شافعیؒ نے قیاس مرسل یا قیاس القواعد اور امام احمد بن حنبلؒ نے مصالح مرسلہ کے تحت مقاصد ومصالح شرعیہ کو اپنی آراء واجتہادات میں ملحوظ خاطر رکھا، اگرچہ اس دور میں "مقاصد شرعیہ" کی اصطلاح وجود میں نہیں آئی تھی۔

حوالہ جات

1: الملک1:67

Al-Mulk67:1

2: آل عمران185:3

Al-Imran3:185

3: النساء78:4

Al-Nisa4:78

4: ڈاکٹر مصباح صغیر، ذہنی دباؤ سے بچاؤ: تعلیماتِ قرآن کی روشنی میں، ماہنامہ مراۃ العارفین، العارفین پبلی کیشنز، مارچ2023ء، ص:48

Dr. Misbah Sagheer, Depression Control according to Quranic Teachings, Monthly Mirat Al Arifeen, Al Arifeen Publications, March 2023, p:48

5: صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دوا، رقم الحدیث:5741

Muslim, Book al-Salam, Chapter Li kulee…., No:5741

6: سیدہ سعدیہ غزنوی، نبی کریم ﷺ بطور ماہر نفسیات، الفیصل ناشران، لاہور، 2018ء، ص28،27

Syeda Sadia Ghaznvi, The Holy Prophet PBUH as a Psychologist, Al Fasial, Lahore, 2018, p:27,28

7: سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، رقم الحدیث:4297

Abi Dawood, Book Al-Malahim, Chapter fi..,No:4297

8: صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب ماجاء ان الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر، رقم الحدیث:7420

Muslim, Book Al Zuhd Wa Raqaaiq, Chapter maa jaa..,No:7420

9: الفجر89:27-30

Al-Fajar89:27-30

10: جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب موت المومن، رقم الحدیث:983

Tirmizi, Book Al-Janaiz, Chapter Moat Al Momin, No: 983

11: ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، دروسِ سیرت اردو ترجمہ فقہ السیرۃ النبویۃ، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، نشریات، لاہور، 2007ء، ص:627

Dr. Razi Ul Islam Nadvi, Daroos E Seerat Trasnlation of Fiqh Al Seerah Al Nabvia, Dr. Ramzan Al Boti, Nashriyat, Lahore, 2007, p:627

12: غلام احمد پرویز، کتاب التقدیر، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، 1971ء، ص339

Ghulam Ahmed Pervaiz, Kitab Al Taqdeer, Idara Taloo e Islam, Lahore, 1971, p:339

13: تبریزی، مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، رقم الحدیث:1609

Tabrizi, Mishkat Al Masabih, Book Al-Janaiz, No:1609

---

[1] الحجوی، محمد بن حسن عربی، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، بیروت، دارالکتب العلیۃ، الطبعۃ الالیٰ، 1995م، ج:1، ص:385۔

[2] الشاطبی، ابراہیم بن الوسی، الاعتصام، محقق، سلیم بن عید الھلالی، السعودیۃ، دار ابن عفان، الطبعۃ الاولیٰ، 1992م، ج:1، ص:232۔

[3] شاہ ولی اللہ دہلوی، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغۃ، محقق، سید سابق، بیروت، دار الجیل، الطبعۃ الاولیٰ، 2005م، ج:1، ص:247۔

[4] الخادمی، نور الدین بن مختار، الاجتہاد المقاصدی، قطر، وزارۃ الاوقاف والشئوون الاء سلامیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1998م، ج:1، ص:101۔

[5] سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، (3450)

[6] ابو الولید الباجی، سلیمان بن خلف، المنتقی شرح الموطا، مصر، مطبعۃ السعادۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1332ھ، ج:5، ص:18۔

[7] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد، (140)

[8] اعلام الموقعین، ج:1، ص:89۔

[9] المنتقی، ج:4، ص:146۔

[10] الکندی، ابو عمر محمد بن یوسف، کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ، محقق، محمد حسن واحمد فرید، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 2003م، ج:1، ص:249۔

[11] السنن الکبری للبیہقی، ج:6، ص:202۔

[12] الطبری، محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان فی تأویل القرآن، محقق، احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 2000م، ج:10، ص:285۔

[13] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم،

[14] صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء وبالماء الجاری،

[15] موفق بن احمد مکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ، حیدر آباد، دکن، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، الطبعۃ الاولیٰ، 1321ھ، ج:1، ص:82۔

[16] السایس، محمد علی، تاریخ الفقہ الاسلامی، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، (س۔ن)، ص:113۔

[17] الشافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، الرسالۃ، محقق، احمد شاکر، مصر، مکتبۃ الحلبی، الطبعۃ الاولیٰ، 1940م، ج:1، ص:34۔

[18] الشافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، الأم، بیروت، دار المعرفۃ، 1990م، ج:7، ص:280۔

[19] ابن قیم، محمد بن أبی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، محقق، محمد عبد السلام ابراہیم، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1991م، ج:1، ص:26،25۔

[20] وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر للطباعۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1985م، ج:1، ص:39۔

[21] ابن نجیم مصری، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر علی مذھب ابی حنیفۃ، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1999م، ص:75۔

[22] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، 1992م، ج:2، ص:350۔

[23] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سھل، المبسوط، بیروت، دار المعرفۃ، 1993م، ج:3، ص:107۔

[24] السرخسی، شمس الائمہ، محمد بن احمد بن ابی سھل، اصول السرخسی، بیروت، دار المعرفۃ، (س۔ن)، ج:2، ص:203۔

[25] الشافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، الأم، بیروت، دار المعرفۃ، 1990م، ج:7، ص:375۔

[26] مالک بن انس بن مالک، الموطا، محقق، مصطفیٰ اعظمی، ابو ظبی، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نھیان، الطبعۃ الاولیٰ، 2004م، ج:3، ص:447۔

[27] القیروانی، خلف بن ابی القاسم محمد، التھذیب فی اختصار المدونۃ، محقق، ڈاکٹر محمد امین، دُبی، دار البحوث للدراسات الاسلامیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 2002م، ج:3، ص:588۔

[28] مالک بن انس بن مالک، المدونۃ، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1994م، ج:2، ص:31۔

[29] القرطبی، أبو عمر یوسف بن عبد اللہ، الکافی فی فقہ أھل المدینۃ، محقق، محمد احید، السعودیۃ، السعودیۃ العربیۃ، مکتبۃ الریاض، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۸۰م، ج:۲، ص:۶۲۰۔

[30] المدونۃ، ج:۴، ص:۵۵۰۔

[31] الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الاعتصام، محقق، سلیم بن عید الھلالی، السعودیۃ، دار ابن عفان، الطبعۃ الاولیٰ، 1992م، ص:622

[32] ایضاً، ص:641۔

[33] القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، محقق، احمد بردونی وابراہیم اطفیش، القاھرۃ، دار الکتب المصریۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1964م، ج:2، ص:242۔

[34] الرسالۃ، ج:1، ص:47۔

[35] الأم، ج:4، ص:199۔

[36] ایضاً، ص:297۔

[37] الأم، ج:7، ص:57۔

[38] الأم، ج:2، ص:269۔

[39] الأم، ج:1، ص:311۔

[40] الأم، ج:1، ص:182۔

[41] الأم، ج:4، ص:274۔

[42] اعلام الموقعین، ج:4، ص:287۔

[43] ایضاً۔

[44] الطرق الحکمیة، ص:92۔

[45] البھوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع، دار الکتب العلمیة، (س۔ن)، ج:3، ص:188۔

[46] ابن قدامہ مقدسی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد، المغنی، مکتبة القاھرة، 1968م، ج:5، ص:388۔

[47] المغنی، ج:6، ص:53۔